سکھاؤ، کیونکہ ان کی تجارت بے فائدہ ہے اور ان کی کمائی حرام ہے۔'' (مسند احمد ٥/٢٦٤، ترمذی کتاب البیوع)

حدیث نمبر١٢ : شرکیہ قوالیاں، مبالغہ آمیز نعتیں حرام اور شیطان کو خوش کرنے والی عبادت ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوالیاں اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کی مدح وستائش پر مشتمل ہوتی ہیں، اس لئے قوالی سننا عبادت ہے، ممکن ہے بعض قوالیاں ایسی بھی ہوں۔ جبکہ عام قوالیوں کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا سننا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا عمل نہیں، بلکہ یہ شیطانی فعل اور اس کی عبادت ہے۔ ان میں کتنے شرکیہ الفاظ ہوتے ہیں۔ قوال قرآنی آیتوں کے ساتھ ڈھول اور میوزک استعمال کر کے کلام الٰہی کی توہین کرتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیتؓ کے مقدس ناموں کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **{ان اللہ حرم علی امتی الخمر والمیسر الکوبۃ والقنین}** (احمد) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، بانسریاں، ساز، باجے، طبلہ، سرنگی اور گانے کو حرام کردیا ہے۔''

حدیث نمبر١٣ : بعثت نبوی کا ایک اہم مقصد:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساز باجے اور تمام آلات موسیقی کو مٹانے کے لئے مبعوث ہوئے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریاں، ساز، باجے، اور تمام آلات موسیقی اور بتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالوں۔'' (مسند احمد ٥/٢٥٧)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ برائی کو اپنی طاقت کے مطابق ختم کرے، اسے روک دے اور کم از کم ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کرے اور اس سے نفرت کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو کسی قسم کی برائی دیکھے تو اسے قوت بازو سے ختم کرے، اگر قوت بازو نہیں تو قوت زبان سے روکے، اگر قوت لسان نہیں تو دل سے بار جانے۔'' (صحیح مسلم ١/١٥٣)

جو آدمی فحاشی کے آلات: ٹی وی، وی سی آر، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کو برائی کا معاون بنائے، وہ شریعت کی نظر میں نہایت برا ہے۔ اور یہ بات تو واضح ہے کہ جو شخص اس قسم کا شوق رکھتے ہوئے مرگیا، اس پر موت اسلام واطاعت کی حالت میں نہیں آئی، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اسلام وفرمانبرداری کی حالت میں مرنے کی تلقین فرمائی ہے: ﴿ولا تموتن الا وانتم مسلمون﴾ ''مسلمانو!! خیال رکھنا تمہاری موت صرف اسلام وفرمان برداری کی حالت میں آنا چاہیے.....''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو برائی مٹانے اور نیکی پھیلانے کی توفیق بخشے۔ آمین

❀❀❀❀❀❀❀❀

تحریک آزادی قسط: 2

"اور موت ناچتی رہی"

میاں انواراللہ

خالہ، خالو اور شیر خواہ بچے کی شہادتیں:

یہ پر مشقت سفر جاری تھا، لاء اینڈ آرڈر کا فقدان تھا۔ برسات کا موسم تھا، نہریں توڑ دی گئی تھیں، راستے پانی سے مسدود کر دیے گئے تھے۔ سلامتی کے پیش نظر ہم غیر معروف راستوں پر نکل پڑے تھے۔ گھپ اندھیرے اور کیچڑ سے اَٹے ہوئے راستے نے ہمیں سست رفتار بنا دیا اور ہم قافلے سے بچھڑ گئے۔ سفر کی تھکان اور گزشتہ دن کی جنگ نے ہمیں جسمانی طور پر بہت نحیف ولاغر بنا دیا تھا۔ سبک رفتار لوگ آگے جانے والوں سے جا ملے۔ قائد کا گروپ بھی ہمارے پاس سے گزر گیا البتہ جاتے جاتے ہمیں ہمت واستقلال کی تلقین کر گیا۔

لے دے کے ہم 80 افراد پیچھے رہ گئے، ہمارے آگے پیچھے کوئی نہ تھا۔ اسی اثنا میں سکھوں نے قریبی گاؤں سے نکل کر ہم پر دھاوا بول دیا۔ یہ ایک ایسی ناگہانی آفت تھی جس کے لیے ہم جسمانی طور پر تیار نہ تھے۔ حملہ آوروں نے کرپانوں سے میرے خالو کو شہید کر دیا۔ خالہ نے مزاحمت کی کوشش کی، اسے بھی شہادت ملی۔ ایک سکھ نے شیر خوار بچے کو اپنے برچھے میں پرو کر فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "یہ تمہارے پاکستان کا جھنڈا ہے۔" ہم کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ ہم نے اپنی بساط کے مطابق ڈنڈوں سے مزاحمت کی لیکن مسلح حملہ آوروں کی تعداد 30 کے لگ بھگ تھی، اس لیے وہ ہمیں زچ کرنے میں کامیاب رہے۔ ہم نے قافلے کے گارڈز کو آوازیں دیں۔ دور سے آواز آئی "ابھی پہنچے" آواز کا آنا تھا کہ حملہ آور فرار تو ہو گئے لیکن دھمکی دے گئے: یہاں سے بچ گئے ہو تو کیا ہوا، آگے بھی ہمارا گاؤں ہے، رہی سہی کسر وہ پوری کر دیں گے۔

ہم نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ دو میل چلے ہوں گے کہ راستے کے بائیں طرف نہر کی کھال تھی، اس سے متصل گنے کے کھیت۔ اگلے لمحے دو سکھ گنے کے کھیت سے نمودار ہوئے، ان میں سے ایک کرپان بردار تھا، جبکہ شب کی تاریکی میں دوسرے سکھ کو جانچا نہ جا سکا۔ بزرگوں نے اب پھر بآواز بلند قافلے کے گارڈ کو پکارا "شیر علی"۔ وہ بجلی کی سی سرعت سے ہمارے پاس آ پہنچا، اسے مختصراً تمام صورت حال بتائی گئی۔ اسی دوران کرپان بردار سکھ چھلانگ لگا کر کھال عبور کر کے گنے کے کھیت میں جا چھپا، جبکہ دوسرا دو میں سرکنڈے کی جھاڑی میں دبک کر بیٹھ گیا اور اس نے ہمیں جُل دینے کی کوشش کی۔ ٹٹولتے ٹٹولتے شیر علی کے بھاری بھرکم پاؤں کی ٹھوکر سے وہ سکھ چت گرا۔ ہمارے سکیورٹی گارڈ شیر علی نے اپنا دندانے دار برچھا اس کے پیٹ میں پوری قوت کے ساتھ گھونپ دیا۔ دو میل

پہلے ہماری قیمتی جانوں کے ضیاع نے اسے غم کی تصویر بنا کر رکھ دیا تھا اور وہ بھی بدلہ چکانے کے لیے بے تاب تھا۔ سکھ کے دم توڑ نے پر کئی افراد نے زور لگا کر دندانہ دار برچھی اس کے بدن سے کھینچ لی، خون کے فوارے پھوٹ پڑے اور ان جوانوں کے کپڑے اور بدن خون آلود ہو گئے۔ فوراً کھالے کے کیچڑ آلود پانی سے صفائی کی گئی۔ ہم پھر اپنے سفر پر رواں دواں ہو گئے۔

انڈین آرمی کی فائرنگ اور شہادتیں:

اگلا دن بہت ہولناک تھا۔ قافلہ بڑا لمبا سفر کر چکا تھا وہ بھی پا پیادے، تھکے ماندے تھے، اپنے عزیزوں کی جدائی سے افسردہ تھے۔ خاص طور پر اس شیر خوار بچے کا کربناک منظر نگاہوں میں رقص کر رہا تھا۔

آگے دو راستے تھے، ہم سوچ بچار کر کے دائیں طرف ہو لیے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ انتخاب غلط تھا۔ صبح صادق کے قریب ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، یہ ''سدھارہ'' گاؤں تھا، ساتھ ہی ریلوے پٹڑی تھی جو شدید تھکان اور تاریکی کی وجہ سے کسی کو نظر نہ آئی۔ اب پڑاؤ کر کے کوئی گھنٹہ بھر گزرا ہو گا کہ شور مچ گیا ''کوچ کرو، کوچ کرو، ہم تو ریلوے پٹڑی پر آ بیٹھے ہیں۔ فیروز پور سے ریل گاڑی کی آمد کا وقت ہونے والا ہے۔'' ان دنوں ٹرینوں میں فوجیوں کی نقل و حمل جاری تھی۔ خواتین، بچے، بوڑھے ابھی تیاری کے مراحل میں تھے کہ فیروز پور کی جانب سے آرمی کی ٹرین آ گئی، سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ٹرین سے ہم پر فائرنگ شروع ہو گئی، بس پھر کیا تھا، بھگدڑ مچ گئی، سب اپنی اپنی جان بچانے کے لیے افراتفری کے عالم میں رکوع کی پوزیشن میں بھاگے جا رہے تھے۔ بعض عورتیں اس قیامت صغریٰ کے عالم میں اپنے شیر خوار بچے بھی نہ اٹھا پائی تھیں۔

آگے ندی تھی، جس کے پار سکھوں کا گاؤں تھا، جو ہمارے خون کے پیاسے اور لوٹ مار کے دلدادہ تھے۔ وہ فوراً گھروں سے باہر نکلے کہ شکار خود شکار گاہ میں آ دھمکا تھا۔ اب ہماری حالت '' کاٹو تو بدن میں لہو نہیں'' والی تھی، نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن !!

اسی لمحے ہمارے بچھڑے ہوئے قائد عبدالعزیز نے صورتحال بھانپ لی تھی۔ وہ ایک ساتھی سمیت گھوڑوں پر سوار تھری ناٹ تھری رائفلوں سے مسلح ہو کر آ دھمکے تھے اور پوزیشن لے کر ملٹری ٹرین پر عقب سے فائر کھول دیا تھا۔ انڈین آرمی سمجھی کہ پاک آرمی پہنچ گئی ہے، لہٰذا انہوں نے ٹرین بھگا لینے میں عافیت سمجھی۔ اس طرح اس خون آشام صبح کی گھڑی سے ہماری گلو خلاصی ہوئی۔ اب ہمارے لوگ واپس جا کر اپنے پیارے بچوں کو اٹھا لائے۔ یہاں ہمارے قافلے کے تین افراد جام شہادت نوش کر گئے، کئی افراد زخمی بھی تھے۔ تاہم قدرت الٰہی نے ہمیں سدھارہ گاؤں کے سکھوں کا تر نوالہ بننے سے بچا لیا۔

گیارہویں دن کا قیام:

گیارہویں روز ہم نے شفق کی سرخی میں دریائے ستلج کے پشتے پر پڑاؤ ڈالا، حسینی والا ہیڈ ورکس یہاں سے چار میل کے فاصلے پر تھا، دریائی فاصلہ تو اور بھی کم تھا۔ دوسری جانب فیروز پور بھی قریب تھا، قافلے کے سامنے فیروز پور قصور ریلوے لائن تھی۔ تمام

رات بھر بارش ہوتی رہی، لیکن منزل کی قربت نے بارش کی تکلیف اور سفر کی کلفتوں کو بھلا دینے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

سفر کے بارہویں روز علی الصبح قافلہ روانگی کے لیے تیار ہوا ہی تھا کہ فیروز پور سے قصور جانے والی ٹرین پھر قافلے کے سامنے آ کر رک گئی، یہاں کوئی ریلوے سٹیشن نہیں تھا۔ ریل کافی دیر رکی رہی تو قافلہ فکر مند ہو گیا کہ ہمیں ذبح کرنے کے مشورے تو طے نہیں پا رہے ہیں۔ گو ہمارے اور ٹرین کے درمیان کم از کم آدھے میل کا فاصلہ تھا، لیکن سابقہ تجربے نے ہماری پریشانی میں اضافہ کر دیا اور مختلف افواہیں پھیلنے لگیں۔ گھنٹہ بھر کے بظاہر بے مقصد وقفے کے بعد ٹرین قصور کی جانب روانہ ہو گئی اور ہم سکھ کا سانس لیتے ہوئے دوبارہ رخت سفر باندھنے لگے۔ اتنے میں وہ ٹرین تیسری مرتبہ الٹے پاؤں آ کر ہمارے سامنے رک گئی۔ اب تو قیاس آرائیاں حقیقت کا روپ دھارتی نظر آنے لگیں کہ ہمارے قتل عام کے منصوبے تشکیل پا رہے ہیں۔ بزرگوں کی دعائیں جاری تھیں کہ ٹرین پھر قصور کی جانب روانہ ہو گئی۔ اب کی بار سفر کا ارادہ ہم نے اس وقت تک ملتوی کر دیا کہ جب تک ٹرین گنڈا سنگھ ریلوے پل عبور نہ کر جائے۔ قائد عبدالعزیز وغیرہ نے ٹرین کا دریائی پل عبور کرنا کنفرم کر لیا تو ہم اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

خوں میں نہا کر منزل مراد تک رسائی:

ہم چلتے چلتے حسینی ہیڈ ورکس پہنچے۔ یہاں سے دریائے ستلج کا پل عبور کرنا تھا۔ پل کے اُس پار ہمارا پیارا اسلامی وطن ''پاکستان'' تھا، یہی ہماری منزل مقصود تھی۔ یہاں پر تعینات ہندو عملے نے ہماری تلاشی لینے کی کوشش کی، جس پر عبدالعزیز قائد نے مزاحمت کی۔ جب ہندو مشتعل ہونے لگے تو قائد نے اپنی رائفل تان کر دھمکی دی'' تلاشی تو ہم نے تمہارے بڑوں کو ہندوستان میں نہیں دی، ہم انہیں واصل جہنم کر کے آ رہے ہیں۔ تم کیا چیز ہو، پرے ہٹ جاؤ ورنہ سب کو ابھی بھڑکا دوں گا۔ یہ کہتے ہوئے ٹریگر پر ہاتھ رکھا اور اپنی گن کو کاک کیا۔ اس ایکشن سے ہندو عملہ دور ہٹ گیا اور ہم وہاں سے گزر آئے۔ لوگ تھکان سے ہلکان تھے، بھوک سے نڈھال تھے اور غموں سے چور...... دھیرے دھیرے دریائی پل عبور کر رہے تھے۔

جیسے ہی لوگ پل کے درمیان پہنچے، پیچھے سے ٹرین آ دھمکی، ڈرائیور نے کوئی سیٹی نہ بجائی۔ زیادہ رش کی وجہ سے لوگ پل کے ساتھ ریلوے پٹری پر بھی چل رہے تھے۔ کچھ لوگ بے ساختہ ٹرین کے نیچے کچلے گئے۔ یہ واقعہ پل کے درمیان پیش آیا، دراصل یہ حادثہ جان بوجھ کر پل کے وسط میں واقع کیا گیا۔ ''پاک سرزمین'' چند گز کے فاصلے پر نظر آ رہی تھی۔ بہر حال ہم تھے خون میں ڈوبے ہوئے اور اپنے اعزاء و اقارب کی ابدی جدائی کا غم سینے میں سموئے ہوئے...... جونہی ہم نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھ کر اپنا قدم پاکستان کی سرزمین پہ رکھا...... ہمارے دل مارے خوشی و تشکر کے مچل رہے تھے...... چہرے مسرت و شادمانی سے تمتما رہے تھے...... ہر سو خوشی کا عالم تھا...... چند لمحے قبل کی قتل و غارتگری کا خونچکاں نقشہ بار بار نگاہوں میں آتا......اور منزل مراد کے حصول کا وجد آفرین تصور اسے بار بار ہٹانے کی کوشش کرتا رہا...... قریب ہی سبز ہلالی پرچم اپنی پرعظمت آن و شان سے لہرا رہا تھا۔ تمام قافلہ